ادبیات

سلام

جناب سعادت نظیر، ایم اے

اللہ اللہ! یہ سماں خون رُلانے والا
"حربے لاکھوں ہیں اور اک زخم اٹھانے والا"[1]

اور کیا کوئی حسینؑ بن علیؑ سا ہوگا
چلتی تلواروں میں حق بات سنانے والا

روکنے والوں نے ہر گام پہ روکا پھر بھی
نہ رُکا منزلِ مقصود کو جانے والا

دُور تھا اپنے وطن سے بہ تقاضائے وفا
سختیاں وادیِ غربت میں اُٹھانے والا

شیوۂ ضبط سے مجبور سرِ مقتل بھی
زخم پردے میں تبسم کے چھپانے والا

جان پر کھیل گیا عظمتِ انساں کیلئے
رُخِ ہستی سے حجابات اُٹھانے والا

کوئی یہ جذبۂ ایثار کہاں سے لائے؟
جادۂ منزلِ مقصود بنانے والا

سچ تو یہ ہے کہ حیاتِ ابدی پاتا ہے
نقدِ جاں راہِ صداقت میں لُٹانے والا

جیت ہوتی ہے نتیجے میں ہمیشہ سچ کی
کہہ گیا دل کی فضاؤں میں سمانے والا

آج بھی مرکزِ افکار ہے انساں کیلئے
دہر کو جوہرِ کردار دِکھانے والا

حق اُبھرتا ہی رہا نقشِ بقا بن کے نظیرؔ!
مٹ گیا آپ ہی آخر کو مٹانے والا

[1] میر انیس کا مصرع۔